ڈاکٹر محمد یوسف

صدر شعبہ اردو

یونیورسٹی آف آزاد جموں اینڈ کشمیر، مظفر آباد

ڈاکٹر عنبرین خواجہ

اسسٹنٹ پروفیسر،

ڈیپارٹمنٹ آف کشمیر سٹڈی، یونیورسٹی آف آزاد جموں اینڈ کشمیر، مظفر آباد

سعدی الرحمن

ایم فل سکالر، شعبہ اردو

یونیورسٹی آف آزاد جموں اینڈ کشمیر، مظفر آباد

سانحہ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ اور شعری ادبیات: آزاد کشمیر کے تناظر میں

Tragedy of 8th Oct, 2005 and poetic literature: in the context of Azad Kashmir

Absract:

The October 8, 2005 earthquake in Kashmir was a devastating event that resulted in significant loss of life and property. In the aftermath of the disaster, poets and writers in Azad Kashmir responded with a surge of creative expression, using their words to process the trauma, grief, and resilience of the Kashmiri people.Resistance literature in this context took on a new meaning, as poets wrote about the disaster, the response of the government and international community, and the struggles of the people to rebuild and recover. It also highlighted the importance of solidarity and support from the international community in times of crisisTragedy of 8th Oct, 2005 is the most catastrophic tragic event in the fold of national history, in which almost one lakh Unfortunate persons perished. Thousands were wounded and thousands were partially mutilated. Under the influence such a moving events Urdu literature was nourished and especially in poetry, a troubled and agonized tale was composed in poetry. As beside other areas of the country, larger parts of Hazara and Kashmir were affected by this tragedy, therefore poets of these regions were in fore front. The poet of Azad Kashmir saw this whole scene with his own eyes and was also affected. He buried his loved ones, his loved ones and other

people of his city with his hands. Circumstances and events were such and the sound of death was such that the dead bodies continued to be buried without burial. It is not even known who was buried where. The poets have shed tears on this fateful scene and the memories associated with this tragedy. He participated in the pain and grief of the survivors and offered prayers along with expressing grief and sorrow. By giving them the good news of good days, they have also been taught to be determined and optimistic so that they can get out of the grip of grief and heartbreak conditions and start anew by following the formula that life will smile again. Can Influenced by all these situations, the poet present the painful story in the form of poetry? The effects of this pain and anguish have also been compiled on Urdu poetry and thus this tragedy has created diversity in the themes of Urdu poetry of Azad Kashmir.

Key words: Tragedy, national, history, determined, optimistic, situations, Urdu, poetry, pain, anguish

جب سے انسانی وجود اس دنیا میں آیا اسے مختلف قسم کی آفات کا سامنا رہا جس سے نبرد آزما ہونے اور بچنے کے لیے انسان نے مختلف قسم کی تدابیر کا سہارا لیا۔ان قدرتی آفات کی وجوہات کی کھوج کے لیے فلاسفروں نے اپنے اپنے نظریات پیش کیے ہیں تاکہ ان آفات سے ممکنہ حد تک بچا جاسکے۔ محمد عادل لکھتے ہیں:

> ”جب سے انسان کا وجود اس روئے زمین پر ہے اس نے مختلف مواقع پر بہت سی قدرتی آفات کا سامنا کیا ہے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان اور قدرتی آفات کا تعلق بہت پرانا ہے۔جب انسان اس دنیا میں آیا اور اپنے ماحول سے آشنا ہوا تو اس نے اپنے اطراف میں ہونے والی تبدیلیوں کا تجزیہ کیا تو قدرتی آفات کے باعث رونما ہونے والی تبدیلیوں نے اسے حیرت و تجسس کے دریا میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کر دیا۔ماہرین کے مطابق صدیوں سے وقتاً فوقتاً رونما ہونے والی قدرتی آفات انسان اور اس کے گرد و پیش کے لیے خطرناک ثابت ہوئی ہیں۔دراصل قدرتی آفات کسی بھی قدرتی خطرے جیسے سیلاب، طوفان، آتش فشاں، زلزلے، جنگل میں آگ، باڑ، وبائیں وغیرہ جیسے اثرات کا نام ہے جو ہمارے قدرتی ماحول پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ جس سے نہ صرف ہمارے قدرتی وسائل کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ جان ومال کی بھی بربادی ہوتی ہے۔اس لیے انسان کے لیے ضروری ہے کہ اہ ان اقدام کے بارے میں سوچے جن کے باعث وہ خود کو اور کائنات کو قدرتی آفات سے محفوظ رکھ سکے یا ان کے نقصانات کم سے کم ہوں۔“(۱)

۱۸ اکتوبر کا دن قدرتی آفات کے طور پر منایا بھی جاتا ہے تاکہ لوگوں میں یہ شعور بے دار ہو سکے کہ وہ کس طرح قدرتی آفات سے دنیا میں ہونے والے نقصانات کو کم کریں۔اس حوالے سے سائنس دانوں کی جتنی بھی تحقیقات سامنے آئی ہیں وہ سب دنیا کے سامنے رکھ دی ہیں تاکہ ان کی روشنی میں ممکنہ حل کیا جاسکے۔اسی طرح اہل

ادب نے بھی اپنے اپنے نظریات پیش کیے ہیں اور ان قدرتی آفات کے بارے میں شعور بے دار کیا ہے۔ محمد عادل لکھتے ہیں:

> ''ہر بڑا ادیب اور شاعر جو انسانیت کا محافظ ہوتا ہے اور ماحول اور معاشرے کا ترجمان ہوتا ہے وہ بھی اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو ان قدرتی آفات سے واقف کراتا ہوا معلوم ہاتو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر ادب میں ان قدرتی آفات کی حقیقی ترجمانی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اگر ہم اردو شاعری کی بات کریں تو اس کے دامن میں بہت سے ایسے اشعار دیکھنے کو ملتے ہیں جن پر واضح طور پر ان آفات کا ذکر ملتا ہے۔ ان قدرتی آفات کو شعرا نے اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔''(۲)

ان قدرتی آفات میں زلزلہ بھی ایک بڑی آفت ہے۔ دنیا کے وجود سے لے کر آج تک زلزلوں کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ان زلزلوں کی وجہ سے بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۵ کا قیامت خیز زلزلہ جس نے آزاد کشمیر سمیت پاکستان کے بھی کچھ علاقوں کو متاثر کیا۔ بہت سارے شہر اور گاؤں ڈوب گئے، جانی اور مالی نقصانات ہوئے، بہت سارے پیاروں کے پیارے ان سے بچھڑ گئے۔ یہ وہ دن تھا جب لوگوں پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ چوں کہ شاعری انسانی احساسات و جذبات پر مبنی ہونے کی بنا پر معاشرتی عروج و زوال کی بھی عکاس ہوتی ہے۔ شاعری کے آئینے میں معاشرے کے سارے خدوخال نظر آتے ہیں۔ لہذا شعرا اس وقت کی کیفیات، غم، خوف، ہنستے ہوئے چہروں کا نم ہو جانا اور شہروں کے اجڑنے کے مناظر قلم بند کرنے لگے ہیں۔ آزاد کشمیر کے شعرا نے سانحہ ۸۔ اکتوبر کے اثرات کو مختلف اسلوب سے بیان کیا ہے۔ آزاد کشمیر کی اردو شاعری میں زلزلہ پر لکھی گئی شاعری معیار و مقدار کے اعتبار سے ثروت مند سرمایہ رکھتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی یوں اپنے کلام سے زلزلہ سے متاثر لوگوں کو نئی امید دلا رہے ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

جو گزری سو گزری تم پر اب یہ صدمے بھولو
نیا زمانہ نئی بہاریں اب جھولوں میں جھولو(۳)

سانحہ ۸۔ اکتوبر نہ صرف جانی نقصان کیا بلکہ اس سانحہ نے لوگوں کی معیشت کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اعتبار سے بھی برے اثرات مرتب کیے۔ اسلم راجا زلزلہ کے اثرات اور پھر امید بہار کا یقین دلا رہے ہیں کہ اس اجڑی بستی کو ان شااللہ ایک بار پھر سے آباد کریں گے۔

بستی بستی، گاؤں گاؤں، شہر شہر ویران
ایسی آفت آئی جس سے ہو گئے گھر ویراں

اک دن اپنی اجڑی بستی پھر سے بسائیں گے

امیدوں کے سائے میں ہیں دل و جگر ویراں (۴)

خان محمد بدر چوہان یوں زلزلے کی تباہ کاریوں کے اثرات سے در و دیوار لہو لہو، سارا گلستان لہو لہو اور پھر شعرا کے دل لہو لہو کی منظر کشی کر رہے ہیں جب کہ سید نثار نجمی نے زلزلہ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ کے عنوان سے یوں زلزلہ سے متاثرین اور دیگر لوگوں پر زلزلہ کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔ خاص کر انھوں نے زلزلہ کے نفسیاتی اثرات کو بڑے کھل کر بیان کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

اک زلزلہ آیا ہوا دیار لہو لہو

گلیاں محلے شہر سب بازار لہو لہو

اس زلزلے میں لٹ گئی کتنی جوانیاں

ہر زندگی کے خواب پر اسرار لہو لہو (۵)

گئی کیسی ہستیاں زیر زمین دیکھیے

کسی ایک کا بھی بدل نہیں دیکھیے

لمحوں میں ہر ایک کو بے گھر کر دیا

بے مادر بے پدر بے پسر کر دیا

ہاتھ پھیلانے میں ذرا بھی نہ عار تھی

نجمی زلزلہ کیا تھا؟ یہ خدا کی مار تھی (۶)

سید مقصود حسین مقصود راہی نے ہر چیز پہ موت کا تذکرہ کیا ہے کہ دیار لالہ و سرو سمن پہ موت، حسیناں چمن پہ موت، چمن کی ہر کیاری پہ موت، علم و فن کی انجمنوں پہ موت، ہر غنچہ کلی پہ موت، غزالان چمن پہ موت اور شہر و بن پہ موت، غرض ہر طرف موت ہی موت کا ذکر کر رہے ہیں:

زمین تھرا گئی لرزاں ہوئے دشت و جبل اپنے

ہر غنچے کلی کی ہر پھبن پہ موت گزری ہے

ہوئے برباد گھر سارے اٹھے لاکھوں جنازے بھی

سکوں عنقا ہوا ہر باغ و بن پہ موت گزری ہے

خدا شاہد عجب اک خوف راہی تھا دماغوں پر

ہر اک پیر و جواں مرد و زن پہ موت گزری ہے (۷)

حاجی سید رضوان حیدر نے بھی اپنی ایک نظم 'زلزلہ' میں اس سانحہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سانحہ سے بن کھلے کلیاں مرجھا گئیں، ہر طرف ہو کا عالم، کس طرح بھائی بھائی سے جدا ہوا، بیٹا ماں اور باپ سے جدا اور والدین اپنے بچوں سے جدا ہوئے۔ان کے ہاں اس کرب ناک صورت کا بیاں یوں ہے:

بن کھلے مرجھا گئیں کلیاں، ہمارے شہر میں

کس قدر ویراں ہوئیں گلیاں ہمارے شہر میں

مائیں اپنی بیٹیوں کی راہ کو تکتی رہیں

دختران قوم ملبے تلے دبتی رہیں

نفسا نفسی کا یہ عالم پہلے تو دیکھا نہ تھا

اس طرح بھی ہو گا یہ ہم نے کبھی سوچا نہ تھا(۸)

اس سانحہ نے کئی گاؤں ویراں کیے۔کئی بستیاں اجڑ گئیں۔کتنے بچے سکولوں میں دب گئے جن کے آج تک نقوش باقی ہیں۔اس کرب ناک سانحہ کا ذکر شفیق راجا کی نظم "زلزلہ اور ہم" میں ملاحظہ ہو:

مٹ گئیں سب بستیوں کی بستیاں ملبے تلے

دب گئے سب قہقہے سب شوخیاں ملبے تلے

کتنے معصوموں کی چیخیں دب گئیں ملبے تلے

تختیاں، بستے، کتابیں، کاپیاں ملبے تلے

مل رہے ہیں آج تک جن کے نشاں ملبے تلے

مٹ گئیں سب بستیوں کی بستیاں ملبے تلے(۹)

پروفیسر عبدالحق مرادنے زلزلے کے حوالے سے بہت لکھا۔انھوں نے اپنی کتاب "مکاں قاتل مکینوں کے" میں اس سانحہ کے دکھوں کو بیان کیا ہے۔آپ نے اس سانحہ سے پیدا شدہ صورت حال کا ذکر بھی کیا ہے اور ساتھ ساتھ امید کا پیغام بھی دیا ہے۔سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

کس طرح سے آگیا ہے مجھ میں اتنا حوصلہ
زخمیوں اور لاشوں کو مسلسل دیکھتا
کس طرح میں پتھروں کو تھا اٹھا کر پھینکتا
کس طرح لاشوں کو تھا میں آگے پیچھے پھینکتا(۱۰)

نازمظفرآبادی نے یوں 'قیامت خیز منظر' کی منظر کشی کی ہے کہ ایسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کس طرح زمین تھر تھر رہی تھی۔لوگوں میں خوف کا منظر اور حالت زار ناقابل بیان تھی۔پھول سے بچے کس طرح زمین میں دھنس گئے۔ہر طرف غم ہی غم اور کرب ناک صورت حال اور ایسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

ایسا منظر
جو کبھی آنکھوں نے دیکھا ہی نہ تھا
زمین غصے سے تھر تھر کانپتی تھی
اور زمین پر بسنے والے
جو زمین کو اپنی ماں تسلیم کرتے ہیں
بہت سہمے ہوئے تھے
کہ پل جھپکتے میں
زمیں کا رزق ہو گئے پھول سے بچے
جواں بوڑھے
سبھی کچھ لٹ گیا پل میں(۱۱)

عزیزالرحیم میر ڈورسی کی کتاب "قدرت کے کرشمے" سے لی گئی نظم ملاحظہ ہو جس میں انھوں نے سانحہ ۸۔ اکتوبر کے اثرات اور دشت کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ ایم یامین نے زلزلے کی تباہ کاریوں اور اس ناگہانی صورت حال کو یوں اپنے کلام میں بیان کیا ہے:

یہ ماہ پیم کی تھی تاریخ آٹھ

ریاست کے جوبن پہ تھا ٹھاٹ باٹھ

سہانا سماں تھا تو سحری سویر

بدلنے میں حالت لگی کچھ نہ دیر

لرزنے لگے دشت اور کوہ سب

بدل ڈالا جس نے زمانے کا ڈھب (۱۲)

کانپتا ہے بدن مگر آنکھیں جگمگاتی ہیں

رنگ بھرتی ہیں چار سو سال کی جوانی میں

ہم نے دیکھا ہے تم کو کہتے ہوئے

ناگہانی سے کیا شکایت ہے

آسمانی سے کیا شکایت ہے

آج کا غم تو سب سے بھاری ہے

ظلم بھی ہو تو میرے لوگ آخر

اس کو سینوں پہ سہنے لگتے ہیں

یہ جو دریا ہیں میرے دونو طرف

بازؤں میں سنبھالتا ہوں انھیں

تو یہ آنکھوں سے بہنے لگتے ہیں (۱۳)

ڈاکٹر افتخار مغل کی کتاب "بھونچال" میں سانحہ ۸۔اکتوبر کے دکھ کھل کر سامنے آتے ہیں۔وہ اجڑی بستی،اجڑے لوگوں،دوستوں کے بچھڑ جانے پر نوحہ کناں ہیں۔شہر ویراں،گاؤں ویراں اور دل و دماغ ویراں کی صورت حال اور پھر انسانی زندگی کے نفسیاتی مسائل کو وہ یوں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان بستیوں کو بھی خبر دار کرتے ہیں۔ اسی طرح ایاز عباسی نے زلزلے سے پیدا شدہ صورت حال کا یوں غم بیان کیا ہے:

وہ پستیوں میں پھر تا رہتا ہے دنوں کو

اے شہرِ ستم کے در و دیوار خبر دار(۱۴)

بکھرا ہوا راہوں میں کل اپنا اثاثہ ہے

جس ہاتھ میں پنسل تھی اس ہاتھ میں کاسہ ہے(۱۵)

ڈاکٹر سیدہ آمنہ بہار کشمیر سے بے پناہ محبت کرنے والی معروف شاعرہ ہیں۔ڈاکٹر صاحبہ جہاں چمن کی تباہ بربادی پر غم میں ہیں وئیں پہ وہ اپنے والد محترم کو اس سانحہ کی وجہ سے کھو جانے پر نوحہ کناں ہیں۔باپ کے لیے بیٹی کی محبت ان اشعار میں ملاحظہ کیجیے:

زمین تلپٹ ہوئی تھی جس دم،گلاب وادی اجڑ چکی ہے

وہ گھر کی چھت پر لہو میں لت پت ہوا تھا ایسا

وہ میرا بابا حسین زادہ وہ شاہزادہ

ہمارے سر پہ جو ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتا

کہاں سے آئیں گی وہ دعائیں دعا کے تحفے

بہار بابا! ہمیں بتادے بہار آئی تو کیا کریں گے

یہ ہجر بے حد کٹھن ہے بابا

کہاں کہاں ہم تجھے پکاریں

توں ہی صدا دے کہاں چھپا ہے؟(۱۶)

حر کاشمیری اور فاروق حسین صابر کو بھی سانحہ ۸۔اکتوبر نے متاثر کیا۔وہ بھی چمن کے اجڑ جانے اور قیامت خیز منظر کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکے۔فاروق حسین صابر کی کتاب "غنچۂ شعور" میں سانحہ ۸۔اکتوبر کے حوالے سے کئی اشعار ملتے ہیں۔حر کاشمیری نے زلزلے سے پیدا ہونے والے غموں کو یوں اپنی شاعری میں پرویا ہے:

کوئی در تھا نہ ہی دیوار باقی

لرز کے رہ گئے کہسار باقی

قیامت سی قیامت ہم نے دیکھی

چمن میں گل بچے نہ خار باقی (۱۷)

زلزلے کی تباہی بتاؤں میں کیا

بجھ گیا جلتے جلتے گھر کا دیا

لوگ دب کے مکانوں میں مرنے لگے

لگ رہا تھا ہوئی ہے قیامت بپا (۱۸)

جاوید الحسن جاوید اور بشیر چغتائی نے سانحہ ۸۔اکتوبر کے حوالے سے پیدا شدہ صورت حال اور اس سانحہ کے سانحات کو بڑے دکھ بھرے انداز میں بیان کیا ہے۔جاوید الحسن جاوید نے (آٹھ اکتوبر کے زلزلے میں شہید ہونے والے طالب علم کا نوحہ) کے عنوان سے ایک طالب علم کی کہانی کو جس طرح بیان کیا ہے یقیناً دل خون کے آنسو روتا ہے۔اسی طرح بشیر چغتائی کس طرح اس سانحہ کو بیان کرتے ہیں کہ یک دم سارا منظر ہی بدل گیا:

ہمیں واپس نہیں آنا

ہماری درسگاہوں سے ہماری لاش نکلے جب

ہمیں رونا نہیں ہرگز

ہمارے خون میں لتھڑے ہوئے چہرے نہیں دھونا

ہمارے تن کے کپڑوں میں ہمیں تم دفن کر دینا

ہماری درسگاہوں سے ہمارے خواب کے بستے اٹھا لانا

کہ اس بستے میں اور تحریر میں کچھ خواب رکھے ہیں

یہ ایسے خواب ہیں جو مر نہیں سکتے

یہ سارے خواب آنے والے بچوں کو تھما دینا

ہمیں ماتھے پر بوسہ دو

ہمیں واپس نہیں آنا(۱۹)

سارا عالم جھونکا ہوا کا لگتا ہے

دل دھڑکتا ہے تو زلزلہ سا لگتا ہے

ملبے کا جو ڈھیر ہوا چند لمحوں میں

اب کے ویسا شہر بسانا مشکل ہے(۲۰)

پروفیسر اعجاز نعمانی سانحہ ۸۔اکتوبر کے صدمے سے نڈھال ہیں۔اس بھونچال سے پیدا شدہ انت اور قیامت خیز منظر کا ذکر کرتے ہیں۔فرزانہ فرح ۸۔اکتوبر کو درد اور دکھ کا ایک مستند حوالہ قرار دیتی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سانحہ ۸۔اکتوبر کی شامیں اور راتیں ہمارے لیے قیامت سے کم نہیں تھیں۔

صدمے سے ہیں نڈھال قیامت گزر گئی

اے رب ذوالجلال قیامت گزر گئی

پل بھر میں سارا شہر ہی ویراں ہو گیا

خوش خونہ خوش خیال قیامت گزر گئی

بھونچال نے وہ انت مچایا ہے دوستو

ملتی نہیں مثال قیامت گزر گئی(۲۱)

اکتوبر ترے آتے ہی میرے زخم کھلتے ہیں

تیرے آتے ہی مٹی میں بکھر جاتے ہیں کتنے قہقے

جن کی سماعت آٹھ اکتوبر کے ملبے میں قیامت تک رہے گی

یہ اکتوبر کے دن ہیں اور اکتوبر کی شامیں ہیں

شہید اپنے کمروں کی سیر کو آتے ہیں

یہ اکتوبر

ہمارے درد کا قصہ ہمارے عہد کے دکھ کا حوالہ ہے(۲۲)

سید شہباز گردیزی، ذوالفقار اسد اور ڈاکٹر زاہدہ قاسم زاہدہ نے سانحہ ۸۔اکتوبر اور اس کے انسانیت پر اثرات کو یوں اپنے کلام میں بیان کیا ہے۔ایسی دکھ بھری منظر کشی کو کون فراموش کر سکتا ہے۔ہر طرف انسانی بے کفن لاشے اور اجڑی وادیوں کو وہ یوں اپنی شاعری میں بیان کر رہے ہیں:

کٹے بازؤں، کھلی آنکھیں

برہنہ، بے کفن تنہا

کھلے میدان میں انساں

یہ کیسی آزمائش ہے(۲۳)

تلاش کیسے کروں کہ کوئی نشاں ہی نہیں ہے

جو کل تلک تھا وہ اس جیسا جہاں نہیں ہے

عجب بلاؤں کو آن گھیرا ہے اس زمین کو

کسی بھی بستی، کسی بھی کریہ اماں نہیں ہے(۲۴)

کھلتے گلابوں جیسے بچے

سج سنور کے جب چلے

وقت کہ جیسے رک گیا

روح بکھر بکھر گئی

زندگی رک سی گئی(۲۵)

ڈاکٹر کاشف رفیق، جاوید سحر اور یاسر عباس نے سانحہ ۸۔اکتوبر کو یوں اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ڈاکٹر کاشف رفیق کو ہر طرف بے بسی اور بے کسی نظر آ رہی ہے۔جاوید سحر نے ہر طرف لہو لہو کو نیلم و جہلم کے پانیوں جیسا قرار دیا ہے۔ایسے ہی یاسر عباس نے اس سانحہ کو ایک قیامت خیز منظر قرار دیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سانحہ ۸۔اکتوبر کسی قیامت خیز منظر سے کم نہیں تھا۔

یہ کیسا عالم ہے بے بسی کا
میں کیسی مشکل میں گھر گیا ہوں
وہ لمحہ جس کا تصور بھی کوئی کر نہ پائے
اسی کی زد پر میں آ گیا ہوں
بڑی مصیبت میں آج
میرے عزیز پھنسے ہوئے ہیں
کسی کے اوپر مکاں کا ملبہ پڑا ہوا ہے
کسی کا لاشہ زمیں کے اندر گھڑا ہوا ہے
کسی کا چہرہ لہو سے تر ہے(۲۶)

کل جہاں پھول تھے
اب وہاں دھول ہے
آج نیلم ہے نوحہ کناں دوستو
آج جہلم کی مژگاں سے ٹپکے لہو
کتنی ماؤں کی آنکھوں کے تارے گئے
کتنی بہنوں کی عزت و ناموس کے
چند لمحوں میں ہی پاسباں چھن گئے(۲۷)

صبح سویرے جو دیکھا دوپہر نہ تھا

لمحوں کے بھونچال میں میرا شہر نہ تھا

موت کا رقص نگاہوں میں تھا چار طرف

اور تم کہتے ہو کہ ہر سو زہر نہ تھا(۲۸)

سید قاسم سیلانی، دلشاد اریب اور شوزیب کاشر نے سانحہ ۸۔اکتوبر کے حوالے سے یوں اپنی شاعری میں اس قیامت خیز منظر کو بیان کیا ہے۔سید قاسم سیلانی بھی پیاروں کے غم میں نڈھال ہو چکے ہیں۔دلشاد اریب امید دلا رہے ہیں کہ غم نہ کریں زندگی ایک بار پھر مسکرائے گی اسی طرح شوزیب کاشر بھی اس منظر کو یاد کر کے پریشان ہو جاتے ہیں:

ملبہ، کھنڈر، زخمی لاشیں

دھول اور مٹی چیخ و پکار

پل بھر میں نقشہ بدلا

موت سے بھر گئے گھر بازار(۲۹)

زندگی اک بار پھر مسکرائے گی

درد جتنے بھی ہیں اترے

ہم پہ اس شہر پہ

رفتہ رفتہ مٹ ہی جائیں گے

وہ سانحہ وہ واقعہ

سب کے چہروں پر کھلیں گے

زندگی اک بار پھر مسکرائے گی(۳۰)

کس قیامت کی وہ چھنگاڑ تھی آٹھ اکتوبر

ذہن میں بیٹھ گیا تختہ سیماب مرے(۳۱)

بشارت تنشیط، حق نواز مغل، بشارت کاظمی، علی احسن بخاری، فیصل مضطر، ظہیر احمد مغل، عامر شہزاد ہاشمی، محمد صدیق شاذ، ظہور منہاس، زبیر حسن زبیری، لطیف صمیم، احمد فرہاد اور کئی دیگر شعرا نے سانحہ ۸۔اکتوبر سے پیدا ہونے والی صورت حال اور کیفیات کی منظر کشی کی ہے۔اس قیامت خیز منظر کے اثرات اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کو کھل کر بیان کیا ہے:

کتنے ہی گھروں کی دیواریں

اک آن میں ریزہ ریزہ تھیں

ہیں اب بھی نگاہوں میں باقی

ہاتھوں سے کئی دفنائے تھے

اس بہن کی ہمت کیا کہنا

خود بھائی جب کفنائے تھے (۳۲)

پھر یوں ہوا زمین کی گردش بھی بڑھ گئی

ہر اک جان ملبے میں زندہ ہی گڑھ گئی

پھر یوں ہوا کہ راجہ سے رانی بچھڑ گئی

پھر زندگی کی ساری روانی بچھڑ گئی (۳۳)

مجھے بتاؤ!

چڑھتے سورج، رات کا منظر دیکھا ہے کیا؟

دیواروں کا خون ٹپکتے دیکھا ہے کیا؟ (۳۴)

کھنڈر کی کوکھ سے پیدا ہوا ہے شہرِ جدید

تباہ کر کے ہمیں معجزہ دکھایا گیا (۳۵)

شور تھا اب یہاں، اب یہاں کیا ہوا
چھا گئی خامشی دیکھتے دیکھتے (۳۶) ظہیر

وہ مکاں جو فخر زمین تھا، اسے کیا ہوا
وہ جو اس مکاں میں مکین تھا، اسے کیا ہوا
ہوا زلزلہ تو کہاں گئیں وہ رعونتیں
جو بنا ذہین و فطین تھا، اسے کیا ہوا (۳۷) عامر

زلزلے جب آئے تھے
طوفاں ہر سُو لائے تھے
کیسے, کیسے لوگ مرے ہیں
صدیاں گزریں زخم ہرے ہیں (۳۸) شاذ

قیامت کا منظر وہ مٹی کی بوندیں
وہ بپھری ہوائیں، وہ خونی فضائیں
وہ آغوشِ ممتا سے محروم بچے
سسکتی، بلکتی کہیں روتی ماہیں (۳۹)

جو جہاں تھا وہاں ٹوٹا
میرے لوگوں پہ آسماں ٹوٹا (۴۰)

اپنے اپنے گھر سے پڑھنے نکلے تھے
کسے خبر تھی بچے مرنے نکلے تھے
کیسی کیسی شمعیں بجھنے آئی تھیں
کیسے کیسے سورج ڈھلنے نکلے تھے (۴۱)

آزاد کشمیر کی اردو شاعری میں سانحہ ۸۔اکتوبر کے درد اور کرب کو جس حدت اور حرارت سے شعرانے بیان کیا ہے وہ بڑا ہی دردناک ہے۔آزاد کشمیر کے شعرانے یہ سارا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور خود بھی متاثر ہوئے۔اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز و اقارب،اپنے پیاروں اور اپنے شہر کے دوسرے لوگوں کو دفنایا۔حالات و واقعات ایسے اور موت کا آوازہ ایسا تھا کہ لاشوں کو بے گور و کفن دفناتے رہے۔یہ بھی نہیں پتا کہ کس کو کہاں دفن کیا۔شعرانے اس قیامت خیز منظر اور اس سانحہ سے جڑی یادوں پر آنسو بہائے ہیں۔زندہ بچ جانے والوں کے درد و کرب میں شریک ہو کر ان کے ساتھ غم گساری اور غم خواری کے اظہار کے ساتھ ساتھ دعائیں کی ہیں۔انھیں اچھے دنوں کی خوش خبری دے کر پرعزم اور پُرامید رہنے کا درس بھی دیا ہے تاکہ وہ غم آلام کی جگر ریش اور دل خراش کیفیات کے حصار سے خود کو نکال کر زندگی ایک بار پھر مسکرائے گی کے فارمولے پر عمل کر کے نئی شروعات کر سکیں۔ان تمام حالات سے متاثر ہو کر شعرانے درد بھری کہانی کو شاعری کے روپ میں پیش کیا۔اس درد و کرب کے اثرات اُردو شاعری پر مرتب بھی ہوئے ہیں اور یوں اِس سانحَہ نے آزاد کشمیر کی اُردو شاعری کے موضوعات میں تنوع پیدا کیا ہے۔آزاد کشمیر کے شعرا اور ادبانے ان کیفیات کو اپنے اپنے اسلوب اور ڈھب سے موضوع بنا کر اس سے جڑے المیوں کی منظر کشی کی ہے۔زلزلہ ۸۔اکتوبر سے انسانی ماحول،اس کی زندگی اور نفسیات کے گہرے اثرات مرتب ہوئے، جن کی ترجمانی شعرانے اپنی تخلیقات میں کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عادل،اردو غزل میں قدرتی آفات، مشمولہ،ماہنامہ اردو اکتوبر ۲۰۱۹، ص ۱۱۲

۲۔ ایضا، ص ۱۲۲

۳۔ صابر آفاقی، ہمالیہ کے دامن میں قیامت، مشمولہ روزنامہ سیاست، ۲۰۰۶، ص ۳

۴۔ راجا محمد اسلم،،کلام، مشمولہ،روزنامہ باغ ٹائمز، ۲۰۱۷، ص ۲۳

۵۔ خان محمد بدر چوہان، شبستان نظم وغزل،اسد محمد پرنٹنگ پریس،راولپنڈی، ص ۹۸

۶۔ سید نثار نجمی، رنگ کشمیر، کشمیر کلچر اکیڈمی، ۲۰۱۵، ص ۳۴

۷۔ سید مقصود راہی، صہبائے عشق،اظہار سنٹر پرنٹر ریٹی گن روڈ لاہور، ص ۴۰

۸۔ حاجی سید رضوان حیدر، کرم حضور کا،فیض الاسلام پرنٹنگ پریس،راولپنڈی ۲۰۱۷، ص ۲۷۲

۹۔ شفیق راجا،پروفیسر، لفظ کا کاجل، طلوع ادب باغ، ۲۰۱۷ء ص ۵۲

۱۰۔ عبدالحق مراد، مکاں قاتل مکینوں کے، ایف آئی پرنٹر، راولپنڈی ۲۰۰۶، ص ۱۴۷

۱۱۔ ناز مظفر آبادی، سرگوشی، پبلشرز رحیم سنٹر پریس مارکیٹ آمین پور بازار فیصل آباد، ص ۵۷

۱۲۔ عزیزالرحیم میر، ڈورسی، مثنوی، قدرت کے کرشمے، بشارت پریس، مظفر آباد، ۲۰۱۵، ص ۴۷

۱۳۔ ایم یامین، کلام، مشمولہ، روزنامہ جنگ، راولپنڈی ۲۰۰۶ء، ص ۴۵

۱۴۔ ڈاکٹر افتخار مغل، بھونچال، ص ۴۶

۱۵۔ ایاز عباسی، کلام، مشمولہ، روزنامہ باغ ٹائمز، ۲۰۱۷، ص ۶۷

۱۶۔ ڈاکٹر آمنہ بہار، غیر مطبوعہ کلام

۱۷۔ حرکاشمیری، غیر مطبوعہ کلام

۱۸۔ فاروق صابر، غیر مطبوعہ کلام

۱۹۔ جاوید الحسن جاوید، پون، کشمیر کلچر اکیڈمی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۱۶

۲۰۔ بشیر چغتائی، رستہ بہت کٹھن ہے، نکس، میر پور، ۲۰۱۰، ص ۳۲

۲۱۔ پروفیسر اعجاز نعمانی، غیر مطبوعہ کلام

۲۲۔ فرزانہ فرح، غیر مطبوعہ کلام

۲۳۔ سید شہباز گردیزی، خواب کون دیکھے گا، اے آر ایم پرنٹر، راولپنڈی ۲۰۰۸، ص ۱۴۶

۲۴۔ ذوالفقار اسد، غیر مطبوعہ کلام

۲۵۔ ڈاکٹر زاہدہ قاسم زاہدہ، پھر فصل بہار آئے گی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱۳

۲۶۔ کاشف رفیق، کبھی آباد تھا اک شہر، اوراق پبلی کیشنز، اسلام آباد ۲۰۰۶ء، ص ۱۰۱

۲۷۔ جاوید سحر، غیر مطبوعہ کلام

۲۸۔ یاسر عباس، شام ہو گئی آخر، الغازی پبلشرز لاہور، ۱۸ جولائی ۲۰۰۷، ص ۱۲۵

۲۹۔ سید قاسم، سفر سرائے اور سلانی، کشمیر کلچر اکیڈمی، مظفر آباد، ۲۰۱۰ء ص ۲۳

۳۰۔ دشاد اریب، کلام، مشمولہ، روزنامہ باغ ٹائمز، ۲۰۱۷، ص ۳۴

۳۱۔ شوزیب کاشر، غیر مطبوعہ کلام

۳۲۔ بشارت تنشیط، غیر مطبوعہ کلام

۳۳۔ حق نواز مغل، ذرا سی رات ڈھل جائے، نیو آرٹ مین پرنٹرز، راولپنڈی ۲۰۰۹ء، ص ۱۲۰

۳۴۔ بشارت کاظمی، غیر مطبوعہ کلام

۳۵۔ علی احسن بخاری، غیر مطبوعہ کلام

۳۶۔ ظہیر احمد مغل، غیر مطبوعہ کلام

۳۷۔ عامر شہزاد، غیر مطبوعہ کلام

۳۸۔ محمد صدیق شاذ، غیر مطبوعہ کلام

۳۹۔ ظہور منہاس، غیر مطبوعہ کلام

۴۰۔ زبیر حسن زبیری، غیر مطبوعہ کلام

۴۱۔ احمد فرہاد، غیر مطبوعہ کلام